روشن خیالی، جدیدیت اور جرائم: فطری تعلق

سن دو ہزار سے پاکستان جدیدیت، روشن خیالی کا سفر کر رہا ہے۔ یہ نیا امریکی ایجنڈا ہے۔ افطاری کے وقت بھی موسیقی کے پروگرام نشر کر کے پاکستان کی جدیدیت کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ پوری قوم صرف ٹیلی فون خریدنے اور کرنے میں مصروف ہے یا گاڑیاں خرید رہی ہے اور قرضے لے رہی ہے، لڑکوں کے پائنچے ایڑیوں سے نیچے چلے گئے ہیں، لڑکیوں کے پائنچے اوپر اٹھتے جا رہے ہیں، یہ تہذیب حاضر کی جلوہ گری ہے۔ شہر کے امیر علاقوں میں نوجوانوں کی حالت قابل دید ہے۔ روشن خیالی کے اس سفر نے جرائم کی تعداد میں زبردست اضافہ کیا ہے۔ دنیا میں جہاں جہاں جمہوریت یا سرمایہ داری آئی وہاں جنسی جرائم، عریانی، فحاشی عام ہوئی، رشتوں کا احترام ختم ہوا، روشن خیالی کے اس سفر کی چار سالہ روداد خون کے آنسو رلانے کے لیے کافی ہے۔

- ☆ ۲۰۰۰ء میں ملک بھر سے ۳۵۷ بچے اغواء ہوئے ۲۰۰۴ء میں یہ تعداد ۱۱۵۷ ہوگئی۔
- ☆ ۲۰۰۰ء میں ۱۳۰ بچے قتل ہوئے ۲۰۰۴ء میں تعداد ۷۶۶ ہوگئی۔
- ☆ ۲۰۰۰ء میں ۱۹۳ بچیاں جنسی درندگی کا نشانہ بنیں ۲۰۰۴ء میں یہ تعداد ۳۱۱ ہوگئی۔
- ☆ ۲۰۰۰ء میں ۱۹۲ لڑکے جنسی زیادتی کا شکار ہوئے ۲۰۰۴ء میں یہ تعداد ۲۳۱ ہوگئی۔
- ☆ ۲۰۰۰ء میں ملک بھر میں ۴۶ بچوں کو جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا گیا ۲۰۰۴ء میں یہ تعداد ۲۹۸ ہوگئی۔
- ☆ ۲۰۰۰ء میں ۵۲۷ بچے گم ہوئے ۲۰۰۴ء میں یہ تعداد ۱۳۰۱ ہوگئی۔
- ☆ ۲۰۰۰ء میں ملک بھر میں ۱۲۷ بچوں نے خودکشی کی ۲۰۰۴ء میں یہ تعداد ۳۹۳ ہوگئی۔
- ☆ ۲۰۰۰ء میں ملک بھر میں بچوں کے خلاف جرائم کے ۱۶۱۲ واقعات رپورٹ ہوئے جو ۲۰۰۴ء میں بڑھ کر ۴۵۳۰ ہو گئے۔ [روزنامہ جنگل ۲۳/ستمبر ۲۰۰۵ء] ۲۰۰۵ء میں سول ہسپتال کراچی میں جنسی تشدد سے متاثر تین سو بچے لائے گئے، ۲۰۰۵ء میں کراچی میں بچوں پر تشدد کے واقعات میں اکیس فیصد اضافہ ہوا ہے۔ یہ اس شہر کا حال ہے جو سب سے زیادہ خوش حال، ترقی یافتہ، تعلیم یافتہ اور جمہوریت کا مرکز ہے۔ مغرب کے تمام شہروں کا حال بھی ایسا ہی ہے بلکہ اس سے بدتر۔

تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق ملک میں تین کروڑ موبائل فون ہیں جن میں سے ستر فی یعنی صد دو کروڑ دس لاکھ صرف کراچی میں ہیں۔ دولت، آزادی، روشن خیالی کراچی میں ہے لہٰذا گلی کوچوں میں جرائم کی شرح خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے روزانہ اغواء، کار چھیننے، دولت لوٹنے، موبائل، موٹر سائیکل چھیننے کی سینکڑوں وارداتیں ہو رہی ہیں۔ سرمایہ داری اپنے ثمرات لا رہی ہے ہم سرمایہ داری سے ناواقف ہیں۔ گلی کوچوں میں ہونے والے جرائم پولیس ختم نہیں کر سکتی اس تہذیب معاشرت اور سرمایہ داری کو ختم کرنا ہوگا جو جرائم کے لیے زرخیز زمین مہیا کرتی ہے۔

ساحل اکتوبر ۲۰۰۵ء

چار سالہ روشن خیالی کے دور میں پرائیویٹ ٹی وی چینل کھولے گئے اور کوٹھے کی ثقافت آزادی کے نام پر گھر گھر پہنچادی گئی۔اس ثقافت کے عام ہونے کا نتیجہ رشتوں کی پامالی کی صورت میں نکلا، رشتوں کا احترام ختم ہوگیا، حیاء رخصت ہوگئی، رسول اللہؐ نے درست فرمایا تھا کہ جب حیاء اٹھ جائے تو پھر آدمی جو چاہے کرے۔حیاء ختم کرنے کا منظّم طریقہ حکومت کی سرپرستی میں پرائیویٹ ٹی چینلوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے جن کے سامنے جنسی آزادی کے سوا کوئی ایجنڈہ نہیں ہے۔کیوں کہ ان چینلوں کو نوے فیصد اشتہار کثیر الاقوامی کمپنیوں سے ملتے ہیں اور ملٹی نیشنل کی مصنوعات اسی وقت زیادہ فروخت ہوسکتی ہیں جب صارفین کی تعداد زیادہ ہو، صارفین کی تعداد میں اضافہ خاندان کی شکست وریخت سے ہی ممکن ہے جو آزادی کے نام پر برپا کیا جاتا ہے۔فحاشی، عریانی، جنسی آزادی سے خاندان کی اجتماعیت پارہ پارہ ہوجاتی ہے اور صارفین بڑی تعداد میں میسر آتے ہیں۔

گزشتہ چار سالوں میں اپنے عزیزوں کے ہاتھوں درندگی کا نشانہ بننے والے بچوں اور بچیوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ انھیں بچپن میں جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔انھوں نے بتایا کہ یہ عمل کرنے والے ان کے چچا، ماموں، تایا وغیرہ اور کہیں کہیں خود ان کے باپ تھے۔جن لڑکیوں کے ساتھ یہ ظلم ہوا انھوں نے بتایا کہ انھیں زندگی میں سنگین مسائل کا سامنا ہے۔ان سب میں ناامیدی، زندگی سے بے زاری اور خودکشی کے جذبات شدید تھے۔ کراچی میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق ۸۸ فیصد بچوں کو کسی نہ کسی قسم کے تشدد کا سامنا ہے۔جنسی آوارگی، فحاشی، عریانی کا رقص سب سے زیادہ شہروں میں ہوتا ہے کیونکہ شہر زیادہ آزاد خیال، روشن خیال جدیدیت پسند ہوتے ہیں۔جس شہر میں زیادہ جمہوریت، زیادہ آزادی، زیادہ روشن خیالی ہوتی ہے وہاں جرائم کی شرح بھی سب سے زیادہ ہوتی ہے۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ گزشتہ پانچ برسوں میں پورے ملک میں جتنے جرائم ہوئے ان کا زیادہ حصہ کراچی میں وقوع پذیر ہوا۔جنگ کی رپورٹ کے مطابق:

گزشتہ ۵ برسوں میں ملک بھر میں بچوں کے تشدد کے کم از کم ۱۷۱۲۲ واقعات ہوئے۔جن میں سے ۱۷۵۵ بچوں کو قتل کیا گیا، ان بچوں میں ۳۵۷ بچے کراچی سے تعلق رکھتے تھے۔۱۴۳۱ بچیوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا جن میں سے ۱۱۲۷ بچیوں کا تعلق کراچی سے ثابت ہوا ہے۔لڑکوں سے بدفعلی کے ۱۳۰۰ واقعات ہوئے ان واقعات میں سے ۱۰۰ کراچی میں ہوئے۔ملک بھر میں ۱۲۱۸ بچوں کو جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا گیا جن میں سے ۲۳۲ بچے کراچی کے تھے۔اس عرصے میں بچوں کی گم شدگی کے ۴۳۴۶ واقعات ہوئے جن میں کراچی کے ۱۱۲۷ بچے شامل تھے ۴۰۸۸ بچوں کو اغوا کیا گیا جن میں سے ۱۱۲۷ بچے کراچی سے اغوا ہوئے۔۱۶۱۸ بچوں نے خودکشی کی، خودکشی کرنے والے بچوں میں سے ۳۲۳ کراچی کے تھے ملک بھر میں اس عرصے کے دوران ۲۶۶ بچے غیر قانونی طور پر ملک سے باہر بھجوائے گئے ان بچوں میں ۶۷ بچے کراچی سے تعلق رکھتے تھے۔[جمعہ ۲۳ ستمبر ۲۰۰۵ء جنگ کراچی]

عبدالستار ایدھی نے بتایا کہ کراچی میں روزانہ پچاس بوڑھوں کو ایدھی اولڈ ہوم میں جمع کرایا جاتا ہے۔ ماں باپ اولاد پر بوجھ بن گئے ہیں، درندگی اس درجے تک پہنچ گئی ہے کہ کراچی میں ایک شوہر نے ٹی وی پر گندے اور ننگے پروگرام دیکھنے کے بعد شدت جذبات سے مغلوب ہوکر اپنی چار سالہ سالی سے بدکاری کی، اس کی آنکھوں اور اعضاء نازک کو زخمی کیا اور اسے پہاڑی سے گرا کر ہلاک کر دیا۔ این جی اوز نے اس مسئلے کا حل یہ پیش کیا ہے کہ بچیوں کو جنسی تعلیم دی جائے۔ تاکہ وہ اپنا تحفظ کر سکیں ان نادانوں کو یہ نہیں معلوم کہ ایک بارہ پندرہ بیس سال کی بچی اپنے باپ، ماموں، چچا سے کس طرح بچ سکتی ہے۔ تحفظ تعلیم سے نہیں دین اور ایمان سے ملتا ہے جو لوگوں میں جذبہ حیاء کی آبیاری کرتا ہے تعلیم تو جنسی لذت کو محفوظ طریقوں سے حاصل کرنے کے حرام طریقوں کو آسان کر دیتی ہے۔ کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ نفسیات کی پروفیسر نے بھی تجویز کیا ہے کہ بچیوں کو جنسی تعلیم دی جائے۔ پروفیسر صاحبہ سے سوال کیا جائے کہ ایک چار سالہ بچی کو کیا جنسی تعلیم دی جا سکتی ہے؟ بچی کی عمر اس تعلیم کی متحمل ہی نہیں، یہ تعلیم کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ فکر آخرت سے محرومی کا مسئلہ ہے، لوگ آخرت کو بھول گئے ہیں، نئے چینل آخرت کو بھلانے کے تمام لوازمات مہیا کر رہے ہیں۔ اگر تعلیم دے دی جائے تب بھی ایک بیٹی اپنے باپ، بھائی، خالو، ماموں سے کیسے بچ سکتی ہے؟ اگر بچیوں کو ان کے اپنے گھر میں ان کے خونی رشتوں سے خطرہ ہو تو پھر دنیا ان کے لیے سب سے زیادہ غیر محفوظ جگہ ہے، یہ وقت اگر آ گیا ہے تو توبہ کی جائے یا عذاب کی دعا کی جائے یا قیامت کا انتظار کیا جائے اس انتظار کی بھی کیا ضرورت ہے یہ وقت اگر قیامت کا وقت نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟ پھر دارالامان، این جی اوز کے قائم کردہ ادارے ان کو تحفظ نہیں دے سکتے، یہ ادارے تو عدم اطمینان پھیلانے کے ادارے ہیں، جب معاشرے میں باپ، خالو، چچا اپنی بچیوں سے ہوس پوری کریں تو معاشرے کے دوسرے مرد ان بچیوں کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ سوائے خوف خدا کے وہ کونسی طاقت یا ایجنسی ہے جو بچوں کو تحفظ دے سکے؟

معیشت: جدیدیت و روایت کے تناظر میں

آپ وہ پرہیزگار مسلمان ہیں جن کے پاس سرمایہ کاری کے لیے کچھ ملین پیٹرو ڈالر ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ اپنی رقم کو کسی منافع بخش کام میں لگائیں لیکن قرآن آپ کو منافع پر ادھار دینے سے منع کرتا ہے یا

آپ کو غیر اسلامی مالی سرگرمیاں شروع کرنے سے بھی روکتا ہے مثلاً جوا، تمبا کو فروشی یا سور کے گوشت سے بنی چیز وں کی فروخت وغیرہ سے روکتا ہے، تو کیا Abnamro, HSBC, Citi Group آپ کے لیے ایک مکمل اسلامی بینک ثابت ہوسکتا ہے؟ City اور کم از کم دس دیگر بڑے مغربی بینکوں نے اپنے سب سے بڑے مقامی حریف بحرین کے البرکہ کو جس کا سرمایہ نصف بلین ڈالر سے زیادہ ہے، پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ دنیا بھر میں شریعت سے ہم آہنگ بینک ڈپازٹ ۲۶۵ بلین ڈالر سے بھی زیادہ ہیں جیسا کہ اسلامی بینکاری اور مالیاتی رسائل و تحقیقی جرائد کا تخمینہ ہے۔

اسلامی بینکوں کے کاروبار پر مغربی بینکوں کا قبضہ:

شارجہ اسلامی بینک کے مطابق اسلامی بنکاری میں سرمایہ کاری گذشتہ سال کے مقابلے میں ۷ افیصد سے زیادہ ہے اور گذشتہ دہائی کی نسبت ۱۰ گنا زیادہ ہے سٹی بینک اور Abnamro کے علاوہ دس مغربی بینکوں نے اسلامی بنکاری کے نام پر شروع ہونے والی سرمایہ داری کے بہت بڑے حصے پر قبضہ کرلیا ہے سٹی بینک کے یہاں اسلامی سرمایہ ۶ بلین ڈالر سے تجاوز کر گیا ہے مسلمانوں کے بنک البرکہ کو دس مغربی بینکوں نے شکست دے دی ہے اور اب مسلمانوں کا سرمایہ تیزی سے اسلام کے نام پر مغربی بینکوں میں جمع ہو رہا ہے۔ کیسے یہ ممکن ہوا کہ مغربی بینک اُس مارکیٹ میں چھا گئے جہاں اسلامی تقدس کو کافی اہمیت حاصل تھی؟ ایک نسل پہلے اسلامی بینک محض ایک انوسٹ منٹ ہاؤس تھا جو ڈپازٹ پر سود دینے کے بجائے پراپرٹی خرید کر کرایہ پر دے دیتا تھا اور منافع پیدا کیا کرتا تھا۔ [اس کی بنیادی وجہ مسلمانوں میں مغربی ذہنیت، جدیدیت سے مرعوبیت اور سرمایہ دارانہ ذہنیت کا پیدا ہونا ہے جس کا مقصد صرف دولت کا حصول ہے اور زر سے زر کمانا ہے]۔

اسلامی بینکاری: شرعی ماہرین کا کمال:

ہر شرعی ماہر ۵۰ ہزار پاؤنڈ معاوضہ لیتا ہے:

مغربی بینکوں نے اپنے یہاں شریعت کے ماہرین کی با معاوضہ خدمات حاصل کر کے اسلامی ساکھ حاصل کرلی ہے۔ لندن میں شریعت پر عمل درآمد کے ماہر دانشور داؤد مجید کا کہنا ہے کہ ان اسلامی ماہرین کا ہی کمال ہے جس کی بنیاد پر ان بینکوں کے مالی منصوبے فروخت ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ مالیات سے متعلق اسلامی ماہرین کی تعداد مارکیٹ میں بہت کم ہے اور ان میں سے بیشتر ماہرین بیک وقت کئی ایک مالیاتی اداروں سے وابستہ ہیں۔ انہیں ہر ایک بینک سے تقریباً سالانہ ۵۰ ہزار پاؤنڈ معاوضہ ملتا ہے۔ شیخ محمد تقی عثمانی جو کہ سپریم کورٹ پاکستان شریعت بنچ کے ایک سابق جج ہیں، HSBC, Citi Islamic البرکہ بینک اور ۸ دیگر بینکوں کے بورڈ میں بیٹھتے ہیں اور Dow Jones Islamic Indvas کے شریعت پینل کے چیئر مین ہیں۔

اسلامی بینکوں کی ناقص کارکردگی:

مسلم ممالک میں ان کے اپنے بینکوں پر بے اعتمادی نے لوگوں کو مغربی بینکوں سے رجوع کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ظاہر ہے اس کی وجہ ان کے اپنے بینکوں کی واضح ناکامی ہے۔ مثلاً ۲۰۰۱ء میں ترکی کے Ilhas Finance کی ناکامی اور شمالی قبرص کے Bank of Credit & Commerce International کی ناکامی نے کھاتے داروں کے اعتماد کو بری طرح مجروح کیا۔ اسلامی دنیا کی سب سے بڑی معیشت کے حامل ملک ترکی میں ڈگمگاتا ہوا اسلامی بینکنگ کا سیکٹر ۳۶۰۰۰ ڈالر کے ڈپازٹس ضمانت کے لیے حکومت کو آمادہ کرنے کی کوشش میں ہے۔ ملیشیا میں جہاں گیارہ فیصد سے زیادہ کھاتے دار اس وقت شریعت کے مطابق ہیں، مقامی مالیاتی ادارے مثلاً Bank Muamlaat ملٹی نیشنلز کی برابری میں آنے کے لیے سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ ایک اسلامی ماہرِ اقتصادیات ہمایوں درکا کہنا ہے کہ مقامی اسلامی بینکس میں جدید وسائل کا فقدان ہے اور کھاتے دار کسی بین الاقوامی نام کے ساتھ اطمینان محسوس کرتے ہیں۔